تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم — ۲۲ تا ۲۸ جون ۲۰۰۰ء — مدیر : حافظ عاکف سعید

خیر خواہی کا تقاضا

انسان کی فطرت سعید ہے اس لئے طبعاً وہ نیکی کو پسند کرتا ہے اور حق کو قبول کر کے اس کو اطمینان اور خوشی ہوتی ہے۔ لیکن اگر غلط تربیت، بگڑے ہوئے ماحول یا حالات کے تقاضوں کے پیش نظر وہ راہِ راست سے بھٹک جاتا ہے تو اس کی یہی سعید فطرت بغاوت پر آمادہ ہوتی ہے۔ اس کا ضمیر اسے سرزنش کرتا ہے اور یہ سرزنش بڑی تلخ اور تیز ہوتی ہے۔ پھر یا تو انسان اپنی اصلاح کر لیتا ہے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر دل سے اٹھنے والی پیہم صدائے احتجاج کو خاموش کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور اس کی طرف سے غفلت برتنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ آواز خاموش ہو جاتی ہے یا اس آواز کو سننے والے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ گناہ میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے ظلم کی تلوار سے تڑپتے دیکھ کر لطف اندوز ہوتا ہے اور غفلت و نسیان کا پردہ اتنا دبیز ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں انجام کی ہولناکیوں کو بھی نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کی غفلت اس کے لئے بڑا سہارا ثابت ہوتی ہے اور وہ بڑے اطمینان سے ہر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے — لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا وہ غفلت اور خود فراموشی اسے ہولناک انجام سے بچا سکتی ہے؟ جب مہلت کی گھڑیاں ختم ہو جائیں گی تو کیا اسے کوئی ایسا گوشہ مل سکے گا، جہاں وہ چھپ جائے اور اس کی کسی کو خبر نہ ہو! اس لئے خیر خواہی کا تقاضا یہ نہیں کہ آپ غفلت کی چادر تان کر سو رہے ہوں، خطرات کا گھیرا تنگ ہو رہا ہو اور اس خیال سے آپ کو جھنجھوڑا نہ جائے کہ آپ کی آنکھ کھلے گی اور اپنے ماحول کی سنگینی کا مشاہدہ کر کے آپ پریشان ہوں گے، بلکہ خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو جگایا جائے، آپ کو جھنجھوڑا جائے اور اگر پھر بھی آپ آنکھ نہ کھولیں تو غفلت کی چادر نوچ کر پھینک دی جائے تاکہ بروقت ہوشیار ہو کر آپ اپنا بچاؤ کر سکیں۔

(تفسیر "ضیاء القرآن" جلد سوم" سے ایک اقتباس)

اس شمارے میں

☆ اداریہ 2

☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 3

☆ عالم اسلام۔ نائیجریا 5

☆ خبرنامہ اسلامی امارتِ افغانستان 6

☆ سائنس یا آرٹس؟ 7

☆ افہام و تفہیم 10

☆ کاروانِ خلافت منزل بہ منزل 11

☆ دعوتِ فکر 12

☆ متفرقات ✪

نائب مدیر :
فرقان دانش خان

معاونین :
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان

نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین

پبلشر : محمد سعید اسعد

طابع : رشید احمد چوہدری

مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور

مقام اشاعت : 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

فون : 3-5869501 فیکس : 5834000

سالانہ زرِ تعاون ۔/175 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا ایوب بیگ

تاریخی جُرم

حکومت تاجر کشمکش میں تاجروں کی مزاحمت دم توڑ رہی ہے۔ اگرچہ چند ایک مارکیٹوں میں فارم تقسیم کرنے والوں اور دکانداروں میں آنکھ مچولی ابھی جاری ہے لیکن بیشتر مارکیٹیں کھل چکی ہیں اور انہوں نے بالآخر وہ فارم وصول کرلیا ہے جس سے وہ دہشت محسوس کررہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سروے سے حکومت دو مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اولاً یہ کہ ملک کی تمام تر دولت ریکارڈ پر آجائے اور ثانیاً یہ کہ محصولات کی حد میں زبردست اضافہ کیا جائے۔ لیکن حکومت کو ان مقاصد کے حصول کے لئے مزید کئی مراحل سے گزرنا ہوگا۔ تاجروں کو چونکہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا گیا ہے اور ان میں احساس شکست ہے لہٰذا وہ ہر مرحلہ پر مزاحمت کریں گے جس سے مفاہمت کی فضا پیدا نہیں ہوسکے گی۔

معاشرے کے کسی بھی باشعور شخص کو نہ ڈاکومیٹیشن سے اختلاف ہے اور نہ ہی حکومتی ریونیو میں اضافہ پر اعتراض ہے۔ درحقیقت اس سلسلہ میں اصل قابل اعتراض شے حکومتی مشینری کا رویہ اور ان کی حکمت عملی ہے۔ جس قوم میں مالیاتی ڈسپلن کا تصور ہی موجود نہیں' اسے فوری طور پر ڈنڈے سے درست کرنے کی کوشش کرنا خصوصاً اس صورت میں جبکہ قصور دو طرفہ ہے بلکہ ہماری رائے میں مالیاتی ڈسپلن کے فقدان کی ذمہ دار حکومتیں' عوام اور تاجروں سے کہیں زیادہ ہیں' نہایت نامناسب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت سیاسی ہو یا فوجی' عوام کی رائے دونوں کے بارے میں یکساں ہے کہ ہمارے خون پسینے کی کمائی کو حکمران اور ان کے ماتحت انتظامیہ اپنی مراعات اور اللوں تللوں میں ضائع کردیتے ہیں۔

محصولات کی حد میں کثیر اضافہ کے حوالہ سے آج ہم حکومت کے نوٹس میں ایک ایسی اہم بات لانا چاہتے ہیں جو شاید پہلے ان سے نہ کہی گئی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک کا تاجر اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود مذہب کی طرف معاشرے کے باقی طبقات کی نسبت زیادہ رجحان رکھتا ہے۔ تاجروں کی اچھی خاصی تعداد دیانت داری سے اپنی زکوٰۃ ادا کرتی ہے' ان کا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ وہ زکوٰۃ کو ٹیکس وغیرہ کے ساتھ خلط ملط کریں۔ پھر یہ کہ آپ جو اپنے چاروں طرف چمکتی دمکتی مساجد اور ان میں قالینوں اور فانوسوں کی بھرمار دیکھتے ہیں اور بہت سی مساجد اب ائرکنڈیشنڈ بھی ہیں' ظاہر ہے یہ سب کچھ تنخواہ دار طبقہ کے لئے تو ممکن ہی نہیں' اس کارِ خیر میں بھی اصل حصہ تاجر ہی کا ہے اور پھر یہ کہ اللہ اپنے گھر کے لئے زکوٰۃ کا استعمال پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا تاجروں کو دوسرے ذرائع سے مساجد کی ضروریات پوری کرنی ہوتی ہیں۔

ہم نے ان سطور میں پاکستان میں نفاذ اسلام کے معاملے کو ہمیشہ مسلمانان پاکستان کا دینی فریضہ قرار دیا ہے بلکہ مملکت خداداد پاکستان میں اقامت دین کی جدوجہد کو نماز کی طرح فرض عین قرار دے کر کئی مذہبی اجارہ داروں کی ناراضگی بھی مول لی ہے لیکن آج ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ دینی فریضہ اپنی جگہ لیکن شاید وقت کا جبر بھی ہمیں دین حق کے نفاذ کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہم وقت کے حکمرانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ سوچیں تو سہی کہ ۳۸ ارب ڈالر پر دن رات بڑھنے والا مرکب سود تاقیامت ہمیں قرض کی لعنت سے فارغ ہونے دے گا جبکہ ہم اپنی سہل پسندی کی وجہ سے مزید قرضے لینے پر بھی مجبور ہیں۔ اس وقت قدرت نے ہمیں سنہری موقعہ فراہم کیا ہے' سپریم کورٹ آف پاکستان نے یہ متفقہ فیصلہ دیا ہے کہ بینک انٹرسٹ وہی ربا (ربو) ہے جسے قرآن مجید نے حرام مطلق قرار دیا ہے۔ خدا کے بندو! اگر پریسلر ترمیم امریکی انتظامیہ کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ پاکستان سے ایف ۱۶ کی پوری رقم وصول کرکے بھی ڈیلیوری دینے سے انکار کردے تو ہمیں یہ حق کیوں حاصل نہیں ہے کہ سپریم کورٹ کے سود کے خلاف فیصلے کے بعد مالیاتی استعمار سے بغاوت کا اعلان کردیں کہ سود ہم کسی قیمت پر ادا نہیں کریں گے اور اصل زر جب اور جس طرح ممکن ہوگا ادا کردیں گے۔ یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہیں ہوگا کہ قرض کے اس لین دین میں کرپشن ثابت ہوچکی ہے۔ جب امریکہ اپنے ملک میں منشیات اور کرپشن کی رقم کو ضبط کرلینے کا حق رکھتا ہے تو پاکستان کو ایسی رقوم کی واپسی پر کس قانون کے تحت مجبور کیا جاسکتا ہے۔

اندرون ملک محصولات کی وصولی کے حوالہ سے خدارا پرانی لکیروں ہی کو نہ پیٹتے چلے جائیں۔ یہ رجحان آپ کو سانپ کے بل پر پہنچادے گا۔ اگر آج انکم ٹیکس کے لعنتی نظام کو ختم کرنے کا اعلان کرکے زکوٰۃ کے اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ تاجر جو انکم ٹیکس کے ظالمانہ نظام کے باوجود اپنی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہ فی الفور اپنے تمام اثاثہ جات کا اعلان نہ کریں۔ بقایا جو تاجر انکم ٹیکس کا بہانہ بنا کر زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کی اکثریت بھی اپنی کل دولت کا ڈھائی فیصد سالانہ ادا کرنا شروع کردے گی۔ ہماری رائے میں بہت کم تاجر ہوں گے جو انکم ٹیکس اور دوسرے ظالمانہ ٹیکسوں سے نجات حاصل کرکے خوشی خوشی زکوٰۃ کی ادائیگی پر آمادہ نہ ہوجائیں۔ حکومت کو شرعی طور پر یہ حق پھر بھی رہے گا کہ وہ ظاہری احوال جو سٹاک یا بینک بیلنس کی صورت میں ہوں گے انہیں چیک کرے کہ آیا زکوٰۃ ان کے مطابق دی گئی ہے یا نہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کبھی یہ خدشہ نہ ہوگا کہ عام ٹیکسوں میں اضافے کی طرح زکوٰۃ کو کبھی اڑھائی سے تین فیصد کیا جاسکے گا (معاذاللہ)۔ دوسری طرف تاجر یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ چونکہ انہیں اس سال نفع نہیں ہوا لہٰذا وہ زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ تصور کیجئے ہر سال کتنا کثیر سرمایہ حاصل ہوگا۔ یہاں یہ اشارہ کردینا ہی کافی ہے کہ حکومت پاکستان کے اعلان کے مطابق چھ کھرب روپیہ بچت سکیموں میں عوام نے لگایا ہوا ہے۔ یقیناً تاجروں کی عظیم اکثریت زکوٰۃ خوشی خوشی اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر ادا کرے گی۔

ایک نئی مصیبت جو باہر والوں کے احکام کی پابندی کی وجہ سے نازل ہو رہی ہے وہ زرعی ٹیکس کی صورت میں ہے۔ آہ کاش ہم اپنی زرعی زمینوں کے بارے میں پہلے طے کریں کہ یہ زمینیں عشری ہیں یا خراجی۔ اگرچہ ہم اپنی معمولی دینی سوجھ بوجھ کی بنیاد پر یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی زرعی زمینیں خراجی ہیں اور جو دولت یہ زمینیں اگلتی ہیں اس کے اصل مالک تو یا خود کاشت کرنے والے ہیں یا پھر عوام کی ملکیت مرکزی بیت المال ہے۔ کسی تیسرے فریق کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ سارا سال پاکستان میں یا بیرون پاکستان سیرو تفریح کرتا رہے اور کٹائی کے موقع پر فصل کا بیشتر حصہ سمیٹ کر چلتا بنے۔ اگرچہ ہماری رائے میں پاکستان کی زمینیں خراجی زمینیں ہیں لیکن ہم اپنی رائے ٹھونسنے کے قائل نہیں۔ لہٰذا علماء کا بورڈ تشکیل دیا جائے یا کوئی کمیشن قائم کیا جائے جس میں غالب اکثریت علماء کرام کی ہو وہ اپنا حتمی فتویٰ صادر کرے کہ پاکستان کی زمینیں خراجی ہیں یا عشری۔ بفرض محال اگر ان زمینوں کی حیثیت عشری بھی ٹھہرے تو بھی ہمیں یقین ہے کہ اس مد میں اس قدر کثیر تعداد میں اکٹھا ہوگا کہ ہم جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہوجائیں گے۔ صرف سوچ میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ حکومت زکوٰۃ اور خراج یا عشر کا نظام قائم کرنے سے معاشی طور پر اتنی مستحکم اور سیاسی طور پر اتنی مقبول ہوجائے گی کہ بیرونی قوتوں سے ٹکرلینا اور یہودی مالیاتی استعمار سے نجات حاصل کرنا اتنا دشوار نہیں رہے گا۔ وگرنہ ہم قرضوں کی دلدل میں غرق ہوجائیں گے اور تاریخ ہمارا یہ جرم معاف نہیں کرے گی۔ OO

میاں صاحب نے اپنے عہد حکومت میں کارگل پر کمیشن کیوں نہ قائم کیا؟

سردار عبدالقیوم صاحب کو کارگل پلان کا علم تھا تو وزیراعظم پاکستان کیسے بے خبر ہو سکتا ہے؟

میاں صاحب نے آرمی چیف کے خلاف انضباطی کارروائی کرنے کی بجائے انہیں ایک اور اعلیٰ عہدہ سے کیوں نوازا؟

آرمی چیف نے کارگل کے مسئلہ پر ایک مدیر کو کہا میں ثابت کر سکتا ہوں کہ وزیراعظم جھوٹ بول رہے ہیں

کارگل ایشو پر میاں نواز شریف سے دس سوال

مرزا ایوب بیگ ' لاہور

۴ جولائی ۱۹۹۹ء کو واشنگٹن میں اُس وقت کے پاکستان کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے سیاسی و عسکری تاریخ کے ایک انوکھے معاہدے پر دستخط کئے۔ ایک ایسا معاہدہ جس میں دوسرا فریق موقع پر سرے سے موجود ہی نہیں تھا یعنی یہ یک طرفہ عہد تھا جو کیا گیا تھا اور یک طرفہ پابندی تھی جو خود پر لاگو کی گئی تھی۔ معاہدۂ واشنگٹن سے پہلے ہی اگرچہ مہنگائی' امن وعامہ کی بگڑتی ہوئی صورتحال اور فرقہ وارانہ دہشت گردی کی وجہ سے میاں نواز شریف کی مقبولیت بری طرح متاثر ہو رہی تھی لیکن اس معاہدے پر دستخطوں کے بعد ملک میں وہی فضا قائم ہو گئی تھی جو سقوط ڈھاکہ کے بعد ہوئی تھی۔ اُن کے زبردست حمایتی اور شیدائی کو بھی چپ لگ گئی۔ خود حکومت کا یہ حال تھا کہ نواز شریف کے واپس لاہور ایئرپورٹ پر پہنچنے سے پہلے تمام علاقے میں غیراعلانیہ کرفیو لگا دیا گیا اور ہر قسم کی ٹریفک بند کر دی گئی تھی یعنی حکومت کا ضمیر خود فیصلہ کر رہا تھا کہ بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے لہٰذا غضبناک عوام سے بدترین ردعمل کی توقع کی جا رہی تھی۔ لیکن عوام سکتہ کی حالت میں تھی' کوئی ہنگامہ تو نہ ہوا' البتہ عوام کے سینوں میں نفرت کے تنور اُبلنے لگے۔ میاں صاحب نے واپس تشریف لاتے ہی یہ موقف اختیار کیا کہ اس معاہدے سے ہمیں بہت فائدہ پہنچا ہے۔ پہلی مرتبہ کسی امریکی صدر نے کشمیر کے مسئلہ پر ذاتی دلچسپی لینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی درباریوں نے راگ الاپنے شروع کر دیئے کہ میاں صاحب کی مدبرانہ صلاحیتوں سے برصغیر ہولناک ایٹمی جنگ سے محفوظ ہو گیا۔ میاں صاحب نے ایٹمی جنگ بچا کر عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ امریکہ کو اب مسئلہ کشمیر حل کروانا ہو گا وغیرہ وغیرہ۔ ایک طرف میاں صاحب کی ٹیم نے اس طرح کے بیانات داغنے شروع کئے دوسری طرف اعلیٰ فوجی کمان کا انداز صاف بتا رہا تھا کہ یہ سب کچھ اُن کی مرضی کے خلاف ہوا ہے اور اُن سے یہ ذلت برداشت نہیں ہو پا رہی۔ انہی دنوں اس طرح کی خبریں آنے لگی کہ کارگل میں کارروائی کرتے وقت جرنیلوں نے میاں نواز شریف کو اندھیرے میں رکھا ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک اخبار کے مدیر جو میاں صاحب کے بڑے قریب تھے' میاں صاحب نے خود یہ بات ان سے کہی کہ مجھے فوج نے اس مسئلہ پر بریف نہیں کیا۔ اس پر وہ مدیر صاحب سیدھے آرمی چیف کے پاس پہنچ گئے۔ آرمی چیف نے مدیر کو کہا کہ آپ ابھی میرے ساتھ وزیراعظم کے پاس چلیں میں ثابت کروں گا کہ وزیراعظم جھوٹ بول رہے ہیں۔ بعد ازاں حکومت اور فوج کے درمیان اختلافات کی خبریں پھیلتی رہیں لیکن کچھ دن بعد وزیراعظم آرمی چیف کو ساتھ لے کر عمرہ کرنے سعودی عرب چلے گئے جس سے یہ تاثر ابھرا کہ شاید اختلافات ختم ہو گئے ہیں۔ وطن واپس لوٹنے پر شہباز اور چوہدری نثار نے آرمی چیف سے ملاقات کی اور اگلے دن جنرل پرویز مشرف کو آرمی چیف ہونے کے ساتھ چیئرمین آف جائنٹ سروسز کا عہدہ بھی دے دیا گیا جس سے یہ تاثر ابھرا کہ اختلافات مکمل طور پر ختم ہو گئے ہیں بلکہ سرکاری سطح پر اس قسم کا بیان بھی آیا کہ افواہ سازوں کی سرگرمیاں اب ماند پڑ جائیں گی۔

۱۲/اکتوبر کے واقعہ کے بعد میاں نواز شریف نے صحافیوں سے کہنا شروع کیا کہ میرے سینے میں بڑے راز ہیں جن کا میں ملکی اور قومی مفاد میں افشا نہیں کروں گا لیکن اب چند روز ہوئے میاں صاحب نے اچانک کہہ دیا ہے کہ کارگل پر کمیشن قائم کیا جائے۔ کارگل کے بارے میں نہ صرف مجھے بریف نہیں کیا گیا بلکہ بحری اور فضائیہ کے سربراہ بھی اندھیرے میں تھے اور بعض کور کمانڈروں سے بھی پلان مکمل طور پر مخفی رکھا گیا۔ اس پر کارگل ایشو پر ایک بار پھر زوردار بحث شروع ہو گئی ہے بھارت نے ببانگ دہل کہا ہے کہ ہم جو کچھ کہتے تھے سچ نکلا اور پاکستان کی آرمی واقعتاً روگ آرمی ہے جس نے علاقے میں ہمیشہ امن وامان کی فضا کو تباہ کیا ہے۔

میاں صاحب کے اس دھماکہ نے اندرون اور بیرون ملک زبردست ارتعاش پیدا کیا ہے۔ دنیا بھر کا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اس پر تبصرے کر رہا ہے۔ بھارت کو اس سے زبردست نفسیاتی اور سفارتی فائدہ پہنچا ہے۔ ہم اس پر کسی قسم کا تبصرہ کرنے کی بجائے میاں صاحب کی خدمت میں چند سوالات پیش کرتے ہیں شاید وہ یا ان کا کوئی حواری ان سوالات کا جواب دے جس سے صورتحال مزید واضح ہو جائے :

(۱) میاں صاحب کارگل کی جنگ کے بعد سوا تین ماہ برسراقتدار رہے۔ اپنے عہد حکومت میں آپ نے کارگل پر کمیشن کیوں نہیں قائم کیا؟

(۲) کارگل کی جنگ کے دوران وہ بار بار کنٹرول لائن پر کیوں گئے جب کہ اس سارے پلان سے انہیں بے خبر رکھا گیا تھا۔

(۳) میاں صاحب آپ کی جماعت کے نائب صدر اور آپ کے محسن ضیاء الحق کے صاحب زادے اعجاز الحق کنٹرول لائن کے دوروں میں آپ کے ساتھ ہوتے

تھے وہ کہہ رہے ہیں کہ اس دوران آپ نے جنرل مشرف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ جنرل صاحب کارگل پر ہی نہیں سری نگر پر بھی جھنڈا لہرائیں۔

(۴) میاں صاحب آرمی چیف نے ایک ایسے پلان سے آپ کو بے خبر رکھا جس کا نتیجہ علاقہ میں ایٹمی جنگ کی صورت میں نکل سکتا تھا آپ نے دوران جنگ یا بعد از جنگ ان کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی کرنے کی بجائے یعنی مزید ایک اعلیٰ عہدہ سے انہیں نواز دیا ایسا کیوں ہوا؟

(۵) میاں صاحب بہت سی انٹیلی جنس ایجنسیاں براہ راست وزیراعظم پاکستان کے ماتحت ہوتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایجنسی نے آپ کو اس پلان سے آگاہ نہیں کیا اتنی بڑی کوتاہی اور غیر ذمہ داری برتنے پر آپ نے ان ایجنسیوں کے سربراہان کے خلاف کوئی ایکشن لیا۔

(۶) میاں صاحب آپ نے ۱۲/ اکتوبر کو جنرل پرویز مشرف کو برطرف کر کے آئی ایس آئی کے سربراہ خواجہ ضیاء الدین جن کا تعلق انجینئر کور سے تھا کو بڑے غیر روایتی انداز سے نیا آرمی چیف بنایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آپ کے انتہائی قابل اعتماد آدمی تھے۔ کیا ہماری سب سے بڑی انٹیلی جنس ایجنسی بھی اتنے بڑے پلان سے بے خبر تھی۔ اتنے غافل غیر ذمہ داری اور کوتاہی کے مرتکب شخص کو آپ نے افواج پاکستان کا سربراہ کیوں بنایا؟

(۷) میاں صاحب آزاد کشمیر میں آپ کے دست راست اور جنرل ضیاء الحق کے مرشد سردار عبدالقیوم جو ۱۲/ اکتوبر کے واقعہ کے بعد بھی آپ کے زبردست حمایتی رہے تھے۔ انہوں نے آپ کے بیان پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجھے آزاد کشمیر میں کارگل پلان کا علم تھا' وزیراعظم پاکستان اس سے بے خبر کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے؟

(۸) میاں صاحب آپ فرماتے ہیں کہ بحری اور فضائیہ کے سربراہ اور بہت سے کور کمانڈر اس پلان سے بے خبر تھے۔ سوال یہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف کے پاس کونسا جادو تھا کہ اتنی بڑی زیادتی کے باوجود یہ سب لوگ جنرل کے اتنے وفادار نکلے کہ جب آپ نے غیر دیار میں جنرل پرویز مشرف کو برطرف کیا تو انہوں نے ہر قسم کا خطرہ مول لے کر جنرل پرویز مشرف کا ساتھ دیا۔

(۹) میاں صاحب آپ نے کارگل ایشو کو عین اس وقت کیوں اٹھایا ہے جبکہ پاکستان کے وزیر خارجہ امریکہ میں انتہائی اہم مذاکرات کر رہے تھے۔

(۱۰) میاں صاحب آپ کے عہد حکومت میں جنرل مرزا اسلم بیگ' جنرل آصف نواز جنجوعہ' جنرل وحید کاکڑ' جنرل جہانگیر کرامت اور پرویز مشرف آرمی چیف بنے' سب جرنیلوں سے آپ کے شدید اختلافات تھے کسی کو آپ نے نکالا اور کسی نے آپ کو نکالا۔ کیا یہ درست ہے کہ اس کی وجہ ہمیشہ یہ بنی کہ آپ فوج کے اندرونی ڈھانچے میں مداخلت کرتے تھے اور انہیں تقسیم کرنے کی کوشش کرتے تھے؟

ہم اگرچہ اصولی طور پر اس حق میں ہیں کہ کارگل پر کمیشن قائم کیا جائے لیکن ہم یہ چاہیں گے کہ میاں صاحب کی طرف سے مندرجہ بالا دس سوالات کا جواب دیا جائے تو کمیشن کے قیام سے پہلے عوام پر بھی کچھ حقائق واضح ہو جائیں گے اور شاید اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو کہ کمیشن کا قیام ایک بڑا عوامی مطالبہ بن جائے۔

مروجہ سیاست میں فلمی اداکاروں کی آمدورفت غیر معمولی بات نہیں

اسلامی ملک کے کلچر کی نمائندگی اداکار کریں تو یہ کسی گھناؤنے جرم سے کم نہیں

پاکستانی کلچر کو اسلامائز کرنے کے لئے پورے ملکی نظام کو اسلامائز کرنا ہو گا

عوامی تحریک کے کلچرل ونگ پر ندائے ملت کے زیر اہتمام ایک مذاکرے میں امیر تنظیم کا اظہار خیال

حال ہی میں کچھ فلمی اداکار پاکستان عوامی تحریک میں شامل ہوئے جس پر اخبارات اور بعض حلقوں میں تنقید کی گئی۔ عام طور پر اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ غالباً اس لئے کہ ڈاکٹر طاہر القادری کی دینی شخصیت سے لوگ اس قسم کی توقع نہیں رکھتے تھے۔ عام ذہنوں میں یہ سوال ابھرا کہ کیا سیاست و ثقافت کا یہ ملاپ نیک نیتی پر مبنی ہے یا حصول اقتدار کے لئے عوامی تائید کے حصول کا ایک اور نسخہ آزمایا جا رہا ہے۔ کیا اس "ملاپ" سے ملک و قوم کے لئے کوئی مفید نتائج برآمد ہو سکیں گے؟

اس ضمن میں ہفت روزہ ندائے ملت لاہور کے زیر اہتمام منعقدہ ایک مذاکرہ کے حوالے سے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کو ایک سوالنامہ ارسال کیا گیا۔ امیر محترم کے جوابات مذکورہ جریدے کے ۱۵ تا ۲۱ جون کے شمارے میں شائع ہوئے۔ یہ جوابات قارئین کے مطالعے اور دلچسپی کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں :

سوال : گزشتہ دنوں تین نامور فلمی اداکاروں کی پاکستان عوامی تحریک میں شمولیت سے سیاست اور ثقافت کے ملاپ پر سیاسی و دینی حلقوں اور اخباری کالموں میں بحث چھڑ گئی ہے۔ اس حوالے سے ہم آپ سے استفسار کرنا چاہیں گے کہ کیا ہمارے ملک میں یہ ملاپ سیاست کو ملک و قوم کے لئے مفید اور مثبت راہوں پر گامزن کرنے میں مددگار ہو سکتا ہے؟

جواب : جہاں تک مروجہ سیاست کا تعلق ہے اس میں فلمی اداکاروں کی آمدورفت میرے نزدیک کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ دنیا میں ہر جگہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اس سے ملک و قوم کا کیا فائدہ ہو گا اس کا انحصار ان لوگوں کے کام پر ہو گا۔

سوال : دین و سیاست کو ایک دوسرے سے جدا نہ رکھنے کے حوالے سے آپ ہمارے قارئین کی رہنمائی کے لئے فرمائیں کہ ہمارے کلچر کے سکرین اور سٹیج سے وابستہ نمائندگان' جن میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں' دین و سیاست کی کیا خدمات انجام دے سکتے ہیں؟

جواب : دین تو نام ہی نظام عدل اجتماعی یا اسلام کے سیاسی و سماجی و سیاسی عدل کا ہے لہٰذا اسلام میں دین اور سیاست ہرگز الگ نہیں ہیں۔ سکرین اور سٹیج سے وابستہ افراد اگر سابقہ کردار ترک کر کے اسلام کی خدمت کے لئے سیاست میں آتے ہیں تو یہ اچھی بات ہے۔

سوال : کیا آپ معروف پاکستانی کلچر کو' جس کی نمائندگی بظاہر اداکار وغیرہ کر رہے ہیں' اسلامی کلچر سمجھتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہو تو پاکستانی کلچر کو اسلامائز کرنے کے لئے آپ کیا تجاویز پیش کریں گے؟

جواب : موجودہ پاکستانی کلچر جس کی نمائندگی اداکار وغیرہ کرتے ہیں اسلام کے نام پر بننے والے ملک' مملکت خداداد پاکستان کے خلاف ایک گھناؤنے جرم سے کم نہیں جس کی سزا بحیثیت مجموعی پوری قوم کو بھگتنا پڑ رہی ہے۔ پاکستانی کلچر کو اسلامائز کرنے کے لئے پورے ملکی نظام کو اسلامائز کرنا ضروری ہے۔

سوال : پاکستانی کلچر پر ویسٹرن کلچر کے اثرات کیونکر دور کئے جا سکتے ہیں؟

جواب : ویسٹرن کلچر کے برے اثرات سے نجات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس سے بہتر ایک ایسا صاف ستھرا کلچر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں جو نوع انسانی کے لئے حقیقی سکون اور اطمینان کا باعث ہو۔ ظاہر ہے اس کام کے لئے انقلابی بنیادوں پر جدوجہد کرنا ہو گی۔ OO

نائیجریا میں عیسائی اقلیت کے ہاتھوں مسلم اکثریت کا قتلِ عام

مغرب ان گھٹیا ہتھکنڈوں سے آخر کب تک اللہ کی مخلوق کو اسلام سے دور رکھ سکے گا؟

تحریر : ملک احمد اسرار

مسلم اکثریت کے حامل اور آبادی کے لحاظ سے براعظم افریقہ کے سب سے بڑے ملک نائیجریا میں مسلمان' عیسائی انتہا پسندوں کے ہاتھوں مسلسل قتل ہو رہے ہیں۔ نائیجریا کی آبادی تقریباً بارہ کروڑ اور رقبہ 356667 مربع میل ہے۔ شمالی علاقوں میں مسلمانوں اور جنوب میں عیسائیوں کی اکثریت ہے۔ مجموعی طور پر مسلمان 65 فی صد سے زیادہ ہیں' اس کے باوجود ملک کا کوئی سرکاری مذہب نہیں۔ نائیجریا میں مجموعی طور پر 250 قبائل آباد ہیں مگر یوروبا اور ہاؤسا قبائل سیاسی طور پر سیاسی طور پر زیادہ اہم ہیں۔ یوروبا اور ہاؤسا کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ نائیجریا کئی دہائیوں سے قبائلی اور لسانی فسادات کی لپیٹ میں ہے اور صرف گزشتہ 9 ماہ میں 1200 سے زیادہ افراد ان لسانی فسادات کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ نائیجریا براعظم افریقہ میں مسلمان اکثریت کا ملک ہے مگر اس کے حکمران عیسائی ہیں۔ نائیجریا کے موجودہ صدر الوسگن اوبسانجو بھی عیسائی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانا عیسائی سیاست دانوں اور پادریوں کا بنیادی کام ہے۔ اسی نفرت کے نتیجے میں شمالی نائیجریا کے جن جن علاقوں میں عیسائی اکثریت میں ہیں' وہاں 1987ء سے مسلمانوں کا مسلسل قتل عام ہو رہا ہے۔ فوج میں اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت ہے مگر جرنیلوں اور دیگر فوجی افسروں میں عیسائی ہی غالب اکثریت رکھتے ہیں۔

صدر اوبسانجو سمیت دیگر عیسائی لیڈر اسلام کو نائیجریا کے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر نائیجریا میں مسلمان منظم ہو گئے تو افریقہ میں ایک سوڈان پیدا ہو جائے گا' بلکہ اس سے زیادہ کہیں طاقت ور۔ براعظم افریقہ ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور صلیبی دنیا اپنی تمام کوششوں کے باوجود اسے عیسائی براعظم بنانے میں ناکام ہو چکی ہے لیکن اس کی سازشیں جاری ہیں۔ چونکہ نائیجریا قدرتی وسائل اور افرادی قوت سے مالا مال ہے' یہ تیل پیدا کرنے والا دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے باعث مغربی قوتوں نے اسے مستحکم نہیں ہونے دیا۔ مسلسل بغاوتیں اور لسانی جھگڑے اس ملک کا مقدر بنا دیئے گئے ہیں۔ مغربی حکومتوں اور مغرب کی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے یہاں کرپشن کے نفوذ اور تشدد پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اربوں ڈالر کا تیل برآمد کرنے کے باوجود لسانی فسادات اور کرپشن کے باعث یہ ملک ترقی اور خوش حالی کی منزل حاصل نہیں کر سکا۔ حکمران جرنیلوں کا ٹولہ اور ان کے ساتھی یہاں کے امیر ترین لوگ ہیں' جبکہ آبادی کا نصف سے زیادہ خطہ غربت سے بھی نچلی سطح پر زندگی گزار رہا ہے۔ 1980ء میں فی کس آمدنی 1000 ڈالر تھی' جو کہ اب 250 ڈالر سالانہ سے بھی کم ہو چکی ہے۔ یہ بھی اطلاعات ہیں کہ کرپٹ جرنیل' جو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے حصہ دار بھی ہیں۔ انتہا پسند عیسائیوں کو اسلحہ اور سرمایہ فراہم کرتے ہیں' جس کا مقصد مسلمان کو ہر حالت میں پسماندہ رکھنا ہے۔ مسلم کش پالیسی کے باعث مغربی طاقتوں نے نائیجریا کے حکمرانوں کو "سب اچھا" کا سرٹیفکیٹ دیا ہوا ہے۔ یہاں کی عیسائی اقلیت اسلام کی اس قدر دشمن ہے کہ اسے کسی اسلامی تنظیم میں نائجیریا کا بطور مبصر شامل ہونا بھی پسند نہیں اور وہ اسے بھی "اسلامائزیشن" کے لئے خفیہ سازش سمجھتی ہے۔ یہاں کی مسلم اکثریت نے جب بھی اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے آواز بلند کی' اسے بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

اپریل 1991ء میں شمالی ریاست کاسینہ (Katsina) میں اسلامی نظام کے حق میں ہونے والے مظاہروں میں 500 سے زیادہ افراد کو قتل کیا گیا۔ 7 جنوری 1992ء کو ایک ایسے ہی مظاہرے میں 14 افراد کو ہلاک 29 کو زخمی اور 263 کو گرفتار کر لیا گیا۔ ایک دوسرے شمالی ریاست کادونہ سے 80 کلو میٹر دور زاویہ میں اسلامی سنٹر پر عیسائیوں نے حملہ کر کے لاتعداد افراد ہلاک کر دیئے۔ کئی دیگر شہر اور قصبے بھی فسادات کی لپیٹ میں آ گئے۔ مسلم کش فسادات کا یہ سلسلہ وقفوں وقفوں سے جاری رہا۔

یہ گزشتہ سال 19 ستمبر کی بات ہے کہ ریاست زمفارا کے دارالحکومت گساؤ میں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ریاست کے 29 سالہ گورنر احمد ثانی نے کہا : "اللہ کا حکم ہے کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ' یہ نہیں کہ بعض باتوں کو مانو اور بعض کو چھوڑ دو۔" یہ کہہ کر انہوں نے مجمع سے پوچھا کہ کیا آپ لوگ اسلامی شریعت کے نفاذ میں میرا ساتھ دیں گے۔ مجمع نے یک زبان ہو کر اعلان کیا کہ ہم ساتھ دیں گے۔ انہوں نے یہ بات ایک بار پھر پوچھی تو انہیں پہلے والا ہی جواب ملا اور پوری فضا "اللہ اکبر" کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ریاست کی اسمبلی نے اکتوبر 99ء میں شرعی قوانین کے نفاذ کے لئے بل پاس کر لئے۔

زمفارا کے گورنر کی طرح کئی دیگر ریاستوں نے بھی عوام سے وعدہ کیا کہ وہ بھی شرعی قوانین نافذ کر دیں گے۔ ان ریاستوں میں نائجیریا' سکوٹو' گامے کادوانہ' کاستینہ وغیرہ شامل ہیں۔

ان اعلانات سے عیسائی اقلیت بھڑک اٹھی۔ عیسائی لیڈروں نے اسے آئین کے منافی اقدام قرار دیا' حالانکہ نائجیریا کے دستور کی دفعہ 4' 5 اور 6 کے تحت ریاستوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی حدود میں عدل و انصاف کے لئے قانون سازی کر سکتی ہیں۔ زمفارا میں عیسائی لیڈر پیٹر ڈیمو نے کہا کہ احمد ثانی جب سے برسر اقتدار آیا ہے' عیسائیوں میں تشویش بڑھ گئی ہے۔ پادریوں' مقامی عیسائیوں تنظیموں' عیسائیوں کی عالمی تنظیم کرسچن سالیڈرٹی انٹرنیشنل اور امریکی کانگریس کے بعض اراکین نے ایک طوفان کھڑا کر دیا اور عیسائیوں نے مسلمانوں پر باقاعدہ حملے شروع کر دیئے۔

زمفارا میں تو تقریباً ساری آبادی ہی مسلمان ہے اور عیسائی نہ ہونے کے برابر ہیں' جبکہ کادوانہ میں جہاں عیسائی اقلیت قابل ذکر تعداد میں ہے' انہوں نے شرعی قوانین کے نفاذ کے خلاف پر تشدد مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ ماہِ فروری 2000ء میں ہونے والے اس قتل عام میں تین سو سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔ حملہ آور عیسائی لاٹھیوں' ڈنڈوں' چھروں اور خودکار ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ مسلمانوں کے گھروں اور

دکانوں کو نذر آتش کرنے کے لئے وہ پٹرول کے ڈبے بھی ساتھ لائے تھے۔ یہ ایک منصوبہ بند حملہ تھا۔ سی این این کے مطابق وینگارڈ کے علاقے میں یونیورسٹی کے قریب 210 مسلمانوں کی مسخ شدہ لاشیں ملیں ہیں۔ شہر کی پولیس کے مطابق 90 افراد کی لاشیں شہر کے ارد گرد دیہاتوں' مسجدوں اور چرچوں سے برآمد ہوئی ہیں۔ سینکڑوں گھروں اور درجنوں مساجد کو بھی عیسائیوں نے نذر آتش کر دیا۔ شہر میں مسلمانوں کی آبادی عیسائیوں کے برابر ہے۔ مگر یہ حملہ اچانک تھا' اس لئے بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ جب مسلمانوں نے دفاعی حملہ کیا تو سو کے قریب حملہ آور جہنم واصل ہو گئے اور چند چرچ بھی مشتعل نوجوانوں کا نشانہ بن گئے۔

29 فروری کی خبروں کے مطابق نائیجریا کے ایک اور شمالی شہر عابہ میں عیسائیوں نے 450 سے زیادہ ہاؤسا قبیلے کے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ نیوز ایجنسی اے ایف پی کے مطابق عیسائی انتہاپسندوں نے مسلمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا۔ سفارتی ذرائع اور مبصرین نے اسے ایک قتل عام قرار دیا۔ عیسائیوں نے ایک مسجد بھی جلا دی اور سڑکیں بلاک کر کے مسلمان عورتوں' بچوں اور مردوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا۔ عینی شاہدوں کے مطابق گلیاں لاشوں سے بھر گئیں۔

زمفارا میں نافذ کئے گئے شرعی قوانین کی حیثیت مسلمانوں کے پرسنل لاز سے زیادہ نہ تھی اور عیسائیوں پر ان کا اطلاق بھی نہ تھا۔ عملاً یہ معاشرتی اصلاح کے قوانین تھے۔ زمفارا کے دارالحکومت گساؤ کے ایک دینی مدرسے کے پرنسپل سالم عثمان محمد کے مطابق شرعی قوانین کے نفاذ سے پہلے ریاست میں فسق و فجور عام تھا' چوریوں' شراب نوشی اور دوسری برائیوں کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس علاقے میں اسلامی شریعت صدیوں نافذ رہی' مگر برطانیہ نے ہمارے معاشرے کو سیکولر بنانے کے لئے برائیوں کو عام کر دیا اور شرعی قوانین ختم کر دیئے۔

گورنر احمد ثانی نے مخلوط تعلیم کے خاتمے اور خواتین کے لئے الگ سفری ٹرانسپورٹ کے لئے بھی کئی اقدام کئے' مگر صلیبی صدر اوبسانجو کو اسلامی قوانین کا نفاذ کسی طور پر منظور نہ تھا۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ خاموشی سے زمفارا میں عیسائی پولیس کمشنر لگا دیا جس نے آتے ہی یہ اعلان کیا کہ شرعی قوانین سے متعلق اسے کوئی ہدایات نہیں ملیں اور نہ ہی وہ کسی دوسرے کو یہ کام کرنے دے گا۔

صلیبی صدر اوبسانجو نے شرعی قوانین کے نفاذ کو آئین کی خلاف ورزی قرار دیا اور کہا کہ کسی کو سنگسار کرنا یا اس کے ہاتھ کاٹنا آئین کے خلاف ہے۔ اس نے کہا کہ شریعت کوئی مرتب قانون نہیں بلکہ یہ قرآن مجید اور دیگر کتب کے محض حوالے فراہم کرتی ہے کہ یہ قانون کون سی قسم کا ہے۔ صدر اوبسانجو بذات خود امریکہ گیا اور صدر کلنٹن سے ہدایات لیں کہ شرعی قوانین نافذ کرنے والی ریاستوں سے کیسے نمٹنا ہے۔ مغربی میڈیا نے بھی اوبسانجو کا مکمل ساتھ دیا۔ نائیجریا کے مذہبی عیسائی رہنماؤں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ہسٹریا کے مریض ہوں۔ انہوں نے اشتعال انگیز تقریروں سے صلیبی اقلیت کو خونخوار بنا دیا۔ ایک چرچ نے اعلان کیا کہ شرعی قوانین کے نفاذ کو نہ روکا گیا تو نائیجریا ایک "مسلم بنیاد پرست ریاست" بن جائے گا۔ پینٹی کوسٹل چرچ' رومن کیتھولک بشپ سب چیخنے لگے کہ شرعی قوانین کا فوراً قلع قمع کر دو' ورنہ یہ عیسائیت کی بقاء کے لئے بہت بڑا خطرہ بن جائیں گے۔ یہ بیانات پڑھنے اور تقریریں سننے کے بعد عیسائی خونخوار جنونی بن کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور صرف دو دنوں میں ایک ہزار کی قریب مسلمان شہید کر دیئے' بیسیوں مسجدیں اور کروڑوں کی جائیدادیں جلا دیں۔ شرعی قوانین نافذ کرنے والی ریاستوں پر اس قدر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ ان قوانین کو واپس لینے پر مجبور ہو گئیں۔

الجزائر اور ترکی کے بعد صلیبی جمہوریت کا یہ ایک اور خوف ناک چہرہ ہے۔ یہ جمہوری دہشت گردی کی بد ترین شکل ہے۔ اہل مغرب کو سوچنا چاہئے کہ وہ کب تک ان گھٹیا' ہتھکنڈوں' دہشت گردی اور سازشوں سے اللہ کی مخلوق کو اسلام سے دور رکھ سکیں گے؟؟۔

خبر نامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۱۶ تا ۲۲ جون ۲۰۰۰ء

ایکو کے اجلاس میں طالبان کے بجائے ربانی کی نمائندگی؟

یہ حقیقت عالمی سطح پر بالعموم اور اسلامی ملکوں میں بالخصوص توجہ طلب قرار پائے گی کہ تہران میں ہونے والے ایکو کے حالیہ اجلاس میں افغانستان کی نمائندگی طالبان کی بجائے پروفیسر برہان الدین ربانی نے کی جس پر طالبان کی حکومت نے عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعے شدید احتجاج ریکارڈ کرایا ہے۔ بر سرزمین حقائق کی بنیاد پر دیکھا جائے تو یہ بات واقعی بڑی عجیب دکھائی دیتی ہے کہ ربانی جس کی مدت صدارت کو ختم ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں اور اسے خود اپنے ملک میں کوئی اپنا نمائندہ بنانے کے لئے تیار نہیں' ایکو کے اجلاس میں افغانستان کی نمائندگی کا حقدار کیسے سمجھا گیا؟ کسی بھی اصول اور معیار کی بنا پر دیکھا جائے تو ایکو کے اجلاس میں ربانی کو افغانستان کے نمائندے کے طور پر مدعو کرنا درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ سیدھی سی بات ہے کہ آپ کسی ملک کی ایسی طاقت کو نمائندگی نہیں دیتے جس کا اس ملک کے ۹۵ فیصد علاقے پر کئی برسوں سے کنٹرول قائم ہے اور اس کے بجائے اس کے کسی ایسے مخالف دھڑے کے رہنما کو نمائندگی کا مستحق قرار دیتے ہیں جن کے پاس ملک کے چند دیہات کا انتظام بھی نہیں ہے' تو پھر رکن ملکوں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور ہم آہنگی و ہم بستگی کے حصول کا مقصد کس طرح پورا ہو سکے گا۔ یہ ایکو کے رکن ملکوں کے لئے من حیث المجموع کوئی اچھا شگون نہیں ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ طالبان کی جگہ ربانی جیسے غیر نمائندہ اور مسترد شدہ شخص کو افغانستان کی نمائندگی کا حق دیئے جانے سے ایکو ممالک کے مابین ترقی کے لئے اشتراک و تعاون کے مقصد کو شدید دھچکا لگے گا۔

افغان ایران سرحد پر زبردست تجارتی گہما گہمی

ہرات سڑک سے ایک سو تیئیس کلو میٹر فاصلہ پر افغان ایران سرحد پر واقع اسلام قلعہ اس وقت افغانی اور ایرانی تاجروں کی تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ ایران سے روزانہ ہزاروں ٹن تیل' بسکٹ' شیمپو' کمبل' پلاسٹک کی مصنوعات' ایلومینیم' ادویات اور تازہ فروٹ افغانستان لایا جا رہا ہے۔ افغان تاجر ایران کے اہم پورٹ بندر عباس کے راستے مختلف اقسام کی جاپانی گاڑیاں بھی درآمد کر رہے ہیں۔ افغانستان محل وقوع کے لحاظ سے خشکی میں واقع ہونے کی وجہ سے اپنی ضرورت ایران' ترکمانستان اور پاکستان کے راستوں سے پوری کر رہا ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک ایران اور افغانستان کے مابین سیاسی تعلقات متاثر ہونے کی وجہ سے اسلام قلعہ کی اہم تجارتی سرحد یک طرفہ طور پر بند کر دی گئی تھی جو اب دوبارہ کھول دی گئی ہے۔ دونوں ممالک کے تاجروں اور کاروباری لوگوں کے لئے آمد و رفت کا اہم راستہ بھی یہی ہے۔

روس طالبان کو کبھی ختم نہیں کر سکتا ○ وائس آف امریکا

روس وسطی ایشیائی ریاستوں میں اپنا اثر و رسوخ قائم رکھنے کے لئے طالبان کا ڈر استعمال کر رہا ہے اور طالبان کو ان ریاستوں کے لئے ایک بڑا خطرہ ثابت کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ روس طالبان کو کبھی ختم نہیں کرے گا کیونکہ اس صورت میں اس کے پاس وسطی ایشیائی ریاستوں کے سامنے دہشت گردی کی مثال پیش کرنا ممکن نہیں رہے گا' جس سے اس کا ان ریاستوں میں اثر و رسوخ ختم ہو جائے گا۔

سائنس یا آرٹس

پہلی ترجیح کیا ہونی چاہئے؟

تحریر: اللہ داد نظامی

موجودہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور کہلاتا ہے اور بجا کہلاتا ہے۔ بر سرزمین حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی ایک نعرے کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور پسماندہ مشرق میں مغرب سے مرعوب ذہنوں نے ضرورت سے زیادہ ہی اس کا غلغلہ بلند کر رکھا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مغرب کی بالادستی میں اس کے سائنس دانوں کا زبردست ہاتھ ہے اور مغرب کی لحظہ لحظہ دگرگوں صورت حال میں ٹیکنالوجی نے قیامت ہی برپا کر رکھی ہے لیکن اقبال نے سچ کہا تھا کہ ؎

"ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی"

سوچنے والی بات یہ ہے کہ مغرب کے موجودہ تسلط کی وجہ سائنس و ٹیکنالوجی میں غلبہ ہے یا اس کے پیچھے کئی اور تاریخی عوامل کا دخل بھی ہے۔ بلاشبہ تحریک پاکستان کی روح تو دین سے محبت کرنے والے عوام تھے لیکن اس تحریک کا دماغ سرسید احمد خاں کے فکر سے متاثرین لوگ ہی تھے۔ علی گڑھ کا تعلیم یافتہ طبقہ تحریک پاکستان کا ہراول دستہ تھا لہٰذا پاکستان کے قیام کے بعد پالیسی امور انہی لوگوں کے ہاتھ میں آئے اور یہیں سے ہمارے نظام کی بدقسمتی کے دور کا آغاز ہوا اور قوموں کے عروج و زوال کے تاریخی عوامل کو ایک طرف رکھتے ہوئے ظاہر پرست نگاہوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کا شور و غوغا اس قدر بلند کیا کہ ہر معقول آواز دبتی چلی گئی۔ اور قوم کی حرماں نصیبی میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔ اگر تاریخ کا مطالعہ گہری نظر سے کیا جائے تو کسی محرم اسرار سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ قوموں کے عروج و زوال میں سائنس و ٹیکنالوجی نہیں علوم عمرانی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں جسے عرف عام میں humanities group یا زیادہ آسان الفاظ میں Arts group کہا جا سکتا ہے۔ قوموں کی قیادت ان کی تعمیر و ترقی اور ان کے عروج و اقبال کا سبب اس قوم کے وہ گل ہائے سرسبز ہوتے ہیں جو علوم عمرانی (آرٹس گروپ) میں بلندیوں کے نئے افق تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور وہ قوم تہذیب و تمدن، سائنس و ٹیکنالوجی اور علوم و فنون میں نئی بلندیوں کو چھو لیتی ہے۔

پاکستان کے نظام تعلیم کا یہ المیہ کہ ذہین 'اہل' قابل اور محنتی طلبہ کو سائنسی تعلیم کی بھٹی میں ٹھونس دیا جاتا ہے اور وہ علوم جو قوموں کے عروج و ترقی کے لئے لازمی ہیں اور جو پاکستان کو قوموں کی صف میں ممتاز اور نمایاں کر سکتے ہیں ان علوم کے حصے میں غبی' کاہل' کند ذہن اور نااہل طلبہ آتے ہیں اور قوم کی قسمت ماتم کرتی رہ جاتی ہے۔ شاید اسی صورت حال کو منیر نیازی سمجھ نہ سکا اور چیخ اٹھا ؎

منیر اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے لیکن سفر آہستہ آہستہ

آئیے! دلائل و براہین کے ساتھ اور خالصتاً "سائنسی انداز فکر" اپناتے ہوئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ سائنسی علوم یا علوم عمرانی میں اہمیت کس چیز کو حاصل ہے؟ تاکہ ملک کے ماہرین تعلیم 'مفکرین قوم' اساتذہ کرام' ملکی قیادت' معزز والدین اور خود عزیز طلبہ یہ فیصلہ کر سکیں کہ سائنس یا آرٹس میں پہلی ترجیح کس چیز کو حاصل ہونی چاہئے کیونکہ ترجیحات کا صحیح تعین نصف سے زیادہ کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

۱) قرآن اللہ کی کتاب ہے اور انسان کو جو قوت ارادہ و اختیار دے کر بھیجا گیا ہے اور روئے ارضی پر اس اختیار کے سبب جو شر و فساد' خون ریزی فرشتوں کے زن و تخمین میں سمائی' اس کا حل' تدارک یہی کتاب اللہ کرتی ہے اگر ہم مسلمان ہونے کے ناطے اسے دل سے راہ نما مانتے ہوں تو ہم پر فرض ہے کہ اس کے مضامین پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں کہ یہ کتاب سائنسی علوم پر مشتمل ہے یا علوم عمرانی اس کے بنیادی موضوعات ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ازل سے ابد تک اس کرۂ ارض پر جو معرکہ روح و بدن گرم ہے اس میں سائنسی علوم ایک اہم شعبہ کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن کیا یہ پہلی ترجیح ہے قرآن سے واقفیت رکھنے والا کوئی بھی فرد اس کا جواب اس بات میں نہیں دے سکتا۔ بلاشبہ خالق کائنات نے اپنی ذات کے عرفان کے لئے آفاق اور انفس پر غور کرنے کی بار بار دعوت دی ہے لیکن اس کے نتیجے میں بھی علوم عمرانی کے حقائق کی طرف دلائل کا رخ موڑا گیا ہے۔

۲) کلام الٰہی کی ترجمانی کرنے والی انسانیت کی ان عظیم ترین ہستیوں کا ہم ذکر کرتے ہیں جن کے لئے ہماری زبانوں پر انبیائے کرام کے الفاظ آتے ہیں ان پاکیزہ نفوس اور معصوم عن الخطا ہستیوں کی تمام تر جدوجہد کیا سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے تھی۔ اگر کوڑھ مغزی کسی کا مقدر نہ ٹھہرا دی گئی ہو تو وہ اس سوال کا جواب اثبات میں نہ دے سکے گا لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انبیائے کرام کی تمام تر جدوجہد علوم عمرانی میں انسان کے رویئے اور اس کے عملی کردار کے حوالے سے اصلاح پر مرکوز رہی ہے۔ نبی آخر الزماں کی پوری زندگی کھلی کتاب کی طرح ماننے اور نہ ماننے والے دونوں کے سامنے ہے۔ آپ کی تیئس سالہ جدوجہد میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کو جو اہمیت حاصل رہی ہے اس بارے میں کچھ کہنے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ اصحاب صفہ مسجد نبوی ﷺ میں کیا تعلیم حاصل کرتے تھے' وہ کن مضامین پر مشتمل تھی' اس سے حرف و الفاظ سے رشتہ رکھنے والا ہر آدمی خوب واقف ہے۔

یہاں اس بات کی بھرپور وضاحت ضروری ہے کہ راقم الحروف کے نزدیک سائنس و ٹیکنالوجی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ وہ زندگی کے لئے بالکل بے کار ہو لیکن جب یہ کہا جائے کہ اسے انسانی زندگی میں پہلی ترجیح حاصل ہے تو پھر شاید دور کی کوڑیاں لانے سے بھی بات نہ بن سکے۔ زندگی ایک اکائی ہے اور زندگی سے متعلقہ تمام علوم ایک دوسرے کے ساتھ گندھے ہوئے ہیں اور انسانی زندگی کو حصوں میں تقسیم کرنا ایک ناممکن العمل چیز ہے۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ علوم عمرانی کی تدریس و

ترویج میں سائنس و ٹیکنالوجی بذات خود ایک اہم کردار ادا کرتی ہے لیکن بات پھر وہی ترجیح کے مسئلے پر آکر رک جاتی ہے۔

قرآن اور انبیائے کرام کا معاملہ تو اعتقاد اور ایمانیات بالغیب سے تعلق رکھتا ہے اور شاید ہمارے کچھ دوست سائنسی طرز فکر کے حوالے سے ان چیزوں کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ ہوں۔ ان کے مغرب پر ایمان بالغیب کا سہارا لیتے ہوئے اپنے موقف کے لئے کچھ دلائل پیش کریں گے۔

مغرب کی تاریخ میں ایسا عروج کبھی نہیں پایا گیا جو عصر حاضر میں اسے حاصل ہے اس کی بنیاد مغربی مفکرین کی وہ فکر ہے جس نے اپنی جگہ پر صحیح یا غلط ہونے کے سوال کے باوجود اپنے معاشرے کے ذہن اور قابل افراد کو متاثر کیا اور متحرک کر دیا۔ جس کے نتیجے میں جدید طرز کی ریاستیں وجود میں آئیں اور ان ریاستوں کے مدبرین اور قائدین نے پسماندہ قوم کو مغلوب کرنے کے لئے افکار اور سائنس و ٹیکنالوجی دونوں کا استعمال کیا اور یہ تسلط اپنے عروج پر پہنچا اور آج بھی مغرب میں سائنٹسٹ اور ٹیکنالوجسٹ پر مفکرین کا حق تنقید فوقیت رکھتا ہے اور تادم آخر مغرب کی تمام پالیسی اس کے مفکرین' مدبرین' سیاست دان اور سفارت کار تشکیل دیتے ہیں اور سائنس دان کی حیثیت محض آلہ کار کی رہی ہے اور شمار کی جاتی ہے۔ مغرب کی تاریخ کا ایک عبرت ناک واقعہ جنگ عظیم دوئم میں جرمنی کی شکست کا ہے جس سائنس دان نے ایٹم بم ایجاد کر کے امریکہ اور امن اتحادیوں کی فتح کو ہر طرح یقینی بنا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ صاحب جرمنی کے آمر ہٹلر سے ملے تھے اور ایٹم ایسے مہلک ہتھیار تیار کر دینے کی پیش کش کی تھی جسے ہٹلر نے در خور اعتنانہ سمجھا بعد میں یہی سائنس دان امریکی مدبرین سے ملا اور ایٹم جیسے مہلک جنگی ہتھیار ایجاد کرنے کے لئے سہولیات اور فنڈز طلب کئے جسے امریکی قیادت نے پورا کیا۔ جنگ عظیم دوئم میں جرمنی اور امریکہ کی قیادت میں سے علوم عمرانی میں زیادہ بصیرت رکھنے والے نے ہی کامیابی اور فتح حاصل کی' سائنس دان کا کردار طفیلی (Subordinate) ہی رہا۔

عہد حاضر میں جاپان سائنس اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے امریکہ اور یورپ سے بھی برتر ہے لیکن قوموں کی صف میں اس کا مقام ذلت ہی کا ہے اور اس سے جس قدر جاپانی قوم خود آگاہ ہے شاید ہی کوئی آگاہ ہو۔ جاپان بھر میں موجود امریکی چھاؤنیوں کے شیر بہادر فوجی جوان ۱۹۴۵ء سے آج تک جاپان کے شہروں' قصبوں اور گلیوں میں جاپانی قوم کی صنف نازک کو جب چاہتے ہیں بھرپور "خراج تحسین" پیش کرتے چلے آرہے ہیں اور "عظیم" جاپانی قوم سائنس و ٹیکنالوجی کی نئی وسعتوں کو چھو رہی ہے اور امریکی بڑے "کھلے دل" سے تسلیم کرتے ہیں کہ جاپان سائنس و ٹیکنالوجی میں ہم سے "بازی" لے گیا ہے ~

"تفو بر تو اے چرخ دوراں تفو"

شاید کبھی جاپانی قوم کے لئے خوش قسمت دن آجائے کہ اس کی قیادت علوم عمرانی کے حوالے سے انسانوں کے درمیان اپنے آپ کو پہچان سکے۔

پاکستان کی قومی تاریخ میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں بلاشبہ ایک عظیم نام ہے اور عظمت ان کی پاؤں چھو کر گزر رہی ہے۔ لیکن پاکستان کو ایٹمی قوت کے عظیم و سربلند مقام تک پہنچا دینے میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے بڑا کردار شاید پاکستان کے مرحوم وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا تھا کہ جن کی زندگی' شخصیت اور کردار ہزار ہا الزامات سے لتھڑا ہوا ہے لیکن لیبارٹریوں کا قیام' فنڈز کی فراہمی' افراد کی دستیابی اور پر سکون ماحول پر مزید براں بھرپور تحفظ یہ سب عبدالقدیر خاں کے بس کی بات نہ تھی' یہ اس مدبر کے بس کی بات تھی جو بہرحال سائنس دان نہ تھا۔ ضیاء الحق مرحوم نے قدیر خاں کے اس پراجیکٹ کی حفاظت کے لئے جاں کی قربانی دے ڈالی لیکن یہ حفاظتی چھتری قائم رکھنا ایک سیاست دان اور مدبر کا ہی کام تھا' سائنس دان کے بس کا نہ تھا! نواز شریف اور بے نظیر بقول شخصے طوعاً و کرہاً ایٹمی پروگرام کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ فوج کے ڈر سے ہی سہی لیکن اگر سیاسی حکومتیں اور انتظامی مشینری پیچھے ہٹ جاتی اور قوم کی قوت وہ قوم جو بہرحال سائنس دانوں پر مشتمل نہیں ہے پروگرام کی اس حفاظت پر مامور نہ ہوتی تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان' ان کی قابل قدر ٹیم اور ان کی تین دہائیوں کی محنت ہمارے کسی کام نہ آسکتی تھی۔ فی الاصل ایک سائنس دان کو آرٹس والوں کی چھتری حاصل ہوئی۔

بلاشبہ مسلمانوں کو ایک بڑے طویل عرصے تک سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دنیا کی امامت کرنے کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی مغرب کے زیر سایہ جس طرح پرورش پا رہی ہے اس کی بنیادیں بھی مسلم سائنس دانوں کے عروج کے دور میں پائی جاتی ہیں۔ اس عروج کی کہانی کچھ اس طرح ہے کہ اللہ کے آخری نبی ﷺ نے قرآنی ہدایت کے عین مطابق علوم عمرانی کی اصلاح کے ذریعے ایک مضبوط نظریاتی گروہ کی بنیادیں رکھیں اور یہ گروہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں ریاستی ڈھانچہ کو اللہ کی عطا کردہ ہدایت کی روشنی میں صحیح رخ میں قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس ریاست نے اپنے اردگرد کی ریاستوں میں علوم عمرانی کی اصلاح کے حوالے سے معاشروں کو مختلف بندھنوں سے آزاد کرنے کی جدوجہد کی اور اس سلسلے میں ضروری حد تک طاقت کے استعمال سے بھی دریغ نہ کیا دنیا کے خاصے بڑے خطے پر معاشرتی حوالے سے جیسے جیسے زندگی پر سکون ہوتی گئی اور انتظام و انصرام مسلمانوں کے ہاتھوں میں چلا گیا اسلامی ریاست کا ادارہ اپنی دوسری ترجیح سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ کی طرف متوجہ ہوا اور ٹھیک یہی وقت تھا جب اس طرح کا کام کرنا ممکن تھا۔

جب ریاستی ڈھانچے درہم برہم ہوں' معاشرہ سے سکون ناآشنا ہو' امن و انصاف ناپید ہو جائے تو ایسے حبس اور گھٹن میں تخلیقی' تحقیقی اور اکتشافی نوعیت کا کام کیونکر ہو سکتا ہے؟

موجودہ حالات میں جب ہم بحیثیت قوم ہر طرح کی یکجہتی و یکسوئی سے محروم ہوتے جا رہے ہیں قوم کے تمام ذہین ترین افراد کو سائنس و ٹیکنالوجی ایسی ثانوی چیز کے اندر کھپا دینا خطرناک نتائج سامنے لا رہا ہے۔ اندریں حالات قوم کی بہتری و ترقی کے لئے ایک امر لازم ہے کہ علوم عمرانی کی زبردست اہمیت کے پیش نظر ذہین اور محنتی طلبہ کی ایک بڑی تعداد علوم عمرانی یعنی آرٹس کے مضامین میں مہارت تامہ حاصل کرے تاکہ سب سے پہلے تو قوم کو ایک رخ دیا جا سکے۔ اولین چیز قوم کی یکسوئی' یکجہتی اور اس کے لئے کسی منزل کا متعین ہونا ہے اور یہ کام علوم عمرانی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

جس طرح کے حالات اسکولوں اور کالجوں میں موجود ہیں ان میں سائنس کی تدریس و تعلیم کا کام کن بنیادوں پر ہو سکتا ہے؟ تجربہ گاہیں ضروری سامان سے خالی ہیں' اساتذہ ٹیوشن کی دکانوں میں تبدیل ہو گئے ہیں اور غنڈہ عناصر نے کام کرنے والے اساتذہ کا ناطقہ ویسے ہی بند کر رکھا ہے۔ معاشرتی ناہمواریوں اور معاشی ناانصافیوں نے حساس ذہنوں کا سکون ویسے ہی غارت کر رکھا ہے ایسے میں کسی ثمر آور سائنسی تعلیم کا تصور خاصا محال لگتا ہے۔ پھر سائنسی تعلیم کی بھیڑ چال کے باعث بہت سارے طلبہ کو اس بھٹی میں محض رائے عامہ کے جبر کی وجہ سے سلگنا پڑتا ہے۔ اپنی خواہشات کے برعکس محض والدین کے دباؤ اور خواہش کے پیش نظر سائنسی مضامین پڑھنا شروع کرتے ہیں اور حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر ناکامیوں کا سامنا کرتے ہیں۔ کسی دردمند ادارے کو اس چیز کا سروے ضرور کرنا چاہئے کہ کلاس نہم میں سائنسی علوم میں داخلہ لینے والے طلبہ کی تعداد کا کتنا فیصد ایف ایس سی کرنے کے بعد اعلیٰ سائنسی علوم کے میرٹ پر پورا اتر سکتا ہے؟ ان چار سالوں کی محنت کے ضیاع کا ذمہ دار کون ہے؟ ان ناکام ہو جانے والے طلبہ کی اتنی بڑی تعداد جن نفسیاتی' ذہنی' مالی' معاشرتی اور روحانی مسائل کا شکار محض ان ناکامیوں سے ہوتی ہے اس سب کو کس کھاتے میں ڈالا جائے؟

اس چیز کا بھی سروے کرنے کی ضرورت ہے کہ

گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ تک پہنچنے والے طلبہ کی تعداد کا کتنا فی صد سائنسی تعلیم کی بھٹی سے جھلس کر اس فیلڈ میں آنکلتا ہے اور یہ بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ کتنے ہی طلبہ سائنسی علوم میں ناکامی کے باعث تعلیم کو خیرباد کہہ گئے۔

اگر ہم غور کریں تو خاصی بڑی تعداد تو ایسے لوگوں کی نکل آئے گی جو سائنسی علوم میں مسلسل ناکام ہو رہے تھے اور ان ناکامیوں سے تنگ آکر آرٹس گروپ میں آپہنچے اور خاصے بڑے تعلیمی معرکے سرانجام دیئے اگر ان کے تعلیمی کیریئر پر ناکامی کے یہ داغ نہ ہوتے تو یہ کتنے بڑے مزید علمی کارنامے سرانجام دے سکتے تھے۔

اگرچہ بعض لوگ سازش کے لفظ سے الرجک ہیں لیکن جس وسیع پیمانے پر ایک بے معنی انداز میں قوم کے ذہین طبقے کو سائنسی علوم کی بھٹی میں دھکیلا جارہا ہے یہ کسی قسم کی کوئی لمبی اور گہری سازش تو نہیں ہے اور یہ سوچنا بھی علوم عمرانی کے ماہرین کے ذمے ہے۔

جو کچھ سائنسی تعلیم ملک میں رائج ہے وہ بھی کسی بلند تر مقصد کے تابع نہیں ہے سائنس کے طالب علم ایک بھاری اکثریت خواب اب میرٹ پر پورا اتر کر میڈیکل کالج، انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ کا ہوتا ہے اور اس کی تعبیر کار کوٹھی سٹیٹس، چیک وٹک اور بینک بیلنس کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس لئے موجودہ سائنسی تعلیم کے ہم اصولوں اور عباسیوں کے دور میں ہونے والی سائنسی تحقیقات و ترقیات سے کوئی نسبت قائم نہیں کرسکتے۔

پاکستان کو اس وقت مغرب کے سیاسی اور اقتصادی تسلط کا سامنا ہے۔ اس میں بھی علوم عمرانی میں ہماری پسماندگی کو دخل حاصل ہے۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ دنیا کی قیادت سائنس کے ہاتھوں میں نہیں، ماہرین علوم عمرانی کے ہاتھوں میں ہوئی ہے اس عہد میں اسلامی تحریک کے لئے یہی سب سے بڑا چیلنج ہے کہ وہ اپنے (معاشروں کو سمجھ کر اور منظم کرکے ایک مضبوط سیاسی اور اقتصادی قوت میں ڈھال دیں۔ تاکہ ہم مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکیں۔ یہ بہت بڑا کام، بلکہ سب سے بڑا علوم عمرانی سے تعلق رکھتا ہے۔ فکری آزادی سیاسی تسلط اور اقتصادی برتری کو ختم کرسکتی ہے اس کے بعد ہی وہ موقع آئے گا جب ہم پورے توازن اور یکسوئی سے اپنے جوانوں کو سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھا سکیں گے اور مسلمانوں کے سائنسی علوم میں عروج کے اس عہد قدیم کی بلاشبہ یادیں تازہ ہو جائیں گی۔ ہر کام کا اپنا دائرہ کار ہے۔ لیکن گھوڑا آگے ہوتا ہے اور تانگہ پیچھے ہوتا ہے تبھی سفر ممکن ہے۔

وقت کا تقاضا ہے کہ اسلامی بیداری کی تحریکیں، ادارے اور تنظیمیں ذہین طلبہ کی ایک بڑی تعداد کو علوم عمرانی کی طرف متوجہ کریں تاکہ وقت کے چیلنج کا صحیح جواب دیا جاسکے، سائنس و ٹیکنالوجی کی اپنی اہمیت ہے اس سے انکار حماقت ہے لیکن اسے اپنے مقام پر ہی رکھنا ضروری ہے۔

قارئین واحباب نوٹ فرمالیں!

پی ٹی وی پر نشر ہونے والا، امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد کا پروگرام حقیقت دین

اب ہفتہ میں دوبار دیکھا جاسکتا ہے :

i) جمعرات شام ساڑھے چھ بجے پی ٹی وی ورلڈ پر

ii) اتوار صبح ساڑھے نو بجے پی ٹی وی پر

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ لاہور، شیخوپورہ، پھولنگر، قصور اور رائے ونڈ میں ڈاکوؤں نے اودھم مچادیا۔ (ایک خبر)

✪ وزیر داخلہ کی "اعلیٰ کارکردگی" کا منہ بولتا ثبوت۔

☆ پاکستان دہشت گرد ملک نہیں بلکہ دہشت گردی کا شکار ہے۔ (امریکی آفیسر)

✪ اور یہ دہشت گردی بھی امریکہ بہادر کی طرف سے ہو رہی ہے۔

☆ صوبے اپنا بجٹ تیار کرنے میں آزاد ہیں۔ (وزیر خزانہ شوکت عزیز)

✪ جبکہ مرکز "بے چارہ" تو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کا ادنیٰ غلام ہے۔

☆ کڑاہی گوشت کھانے والے سات دوست ہسپتال پہنچ گئے۔ (ایک خبر)

✪ ایسا کڑاھی گوشت بیچنے والے نہ جانے جیل کب جائیں گے؟

☆ بی جے پی مزید سات نئے صوبے بنائے گی۔ (ایک خبر)

✪ ایک ہم ہیں کہ چار صوبوں کی مقدس وراثت کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔

☆ جان بچانے والی ادویات اور خشک دودھ کی قیمتوں میں اضافہ کردیا گیا۔

✪ آبادی روکنے کی "باکمال تدبیر"۔

☆ بجٹ میں تبدیلیاں ہوں گی، اب تمام فیصلے اسلام آباد میں نہیں ہوں گے۔ (وزیر خزانہ)

✪ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی ہدایات کے مطابق۔

☆ فوج کے بغیر ملک اقتصادی شعبے میں ترقی نہیں کرسکتا۔ (جنرل پرویز مشرف)

✪ جنرل صاحب کا ارشاد بجا مگر ہمیں تو ترقی نام کی کوئی شے نظر نہیں آتی۔

☆ داڑھی اور مونچھ کے سوا مذہبی جماعتوں سے ہماری کوئی قدر مشترک نہیں۔ (طاہر القادری)

✪ مذہبی جماعتوں سے محترم قادری صاحب کی یہ بیزاری ناقابل فہم ہے!

ضرورت رشتہ

متمول خاندان، مذہبی رجحان کے حامل، ایم ایس سی لیکچرار گورنمنٹ کالج نوجوان کے لئے ترجیحاً لیڈی ڈاکٹر کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : سردار اعوان 'ندائے خلافت لاہور

تنظیم اسلامی کی دعوت

دو اشکالات اور ان کے جوابات

بزبان: ڈاکٹر عبدالسمیع

صدر انجمن خدام القرآن، فیصل آباد اور معاون امیر تنظیم اسلامی برائے بیرون پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب اکثر بیرون پاکستان آتے یا جاتے ہوئے کراچی میں مختصر قیام فرماتے ہیں۔ مورخہ ۵ مئی ۲۰۰۰ء کو ڈاکٹر صاحب موصوف نے امریکہ جاتے ہوئے کراچی میں مختصر قیام کے دوران ایک سالہ کورس کے شرکاء کو کچھ وقت مرحمت فرمایا اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ سوال و جواب کی اس نشست کے دوران شرکاء کی طرف سے تنظیم اسلامی کی دعوت کے حوالے سے دو اشکالات سامنے آئے جن کا محترم ڈاکٹر صاحب نے عمدگی سے ازالہ فرمایا۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء و احباب کے استفادہ کے لئے انہیں تحریر کیا جارہا ہے:

پہلا اشکال: نبی اکرم ﷺ اور دیگر تمام رسولوں نے دعوت و تبلیغ کا مرکز و محور اپنے آبائی وطن ہی تک محدود رکھا۔ وضاحت فرمایئے کہ تنظیم اسلامی کے امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور ان کے دیگر ساتھی پاکستان سے باہر دعوت و تبلیغ کے لئے کیوں جاتے ہیں؟

جواب: آپ نے درست فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر تمام رسولوں نے اپنی دعوت و تبلیغ کا مرکز و محور اپنے آبائی علاقہ جات کو بنایا۔ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف دعوت دین بلکہ اقامت دین کے لئے بھی اپنی Movement کا ہدف اپنے آبائی شہر مکہ ہی کو بنایا۔ البتہ ۱۰ نبوی میں جب بنو ہاشم کے سردار ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور آپ اپنے خاندان کی پناہ سے محروم ہوگئے تو آپ نے سفر طائف کیا کیونکہ بغیر پناہ کے قبائلی زندگی میں جینا ممکن نہیں تھا۔ لیکن طائف میں آپ پر وہ ظلم و ستم ہوا جو مکہ میں دس سال میں بھی نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا آپ مکہ واپس آئے اور آپ نے مطعم بن عدی کی پناہ لے کر مکہ میں مزید کچھ عرصہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب مکہ میں آپ کو شہید کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا تو آپ مجبوراً مدینہ ہجرت فرماگئے۔

قیام مدینہ کے دوران بھی آپ کی جدوجہد کا رخ مکہ ہی کی طرف رہا۔ آپ نے فتح مکہ سے قبل مدینہ میں کوئی مستحکم ریاست قائم نہیں کی۔ اس دوران مدینہ میں آباد یہودی قبائل کی ساتھ Peaceful Co-existance کا معاہدہ کیا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ مدینہ میں آباد تمام قبائل اپنے معاملات میں خود مختار تھے۔ البتہ ان کے درمیان ایک فیڈریشن قائم تھی جس کے دستوری سربراہ (Constitutional Head) نبی اکرم ﷺ تھے۔ یہود کی اپنی عدالتیں قائم تھیں اور بعض قانونی مسلمان بھی اپنے تنازعات کے فیصلے ان عدالتوں سے کراتے تھے۔ یہ روش ۶ھ تک جاری تھی جس کی مذمت سورۂ نساء اور مائدہ میں کی گئی۔ یہ سورتیں ۵ھ اور ۶ھ میں نازل ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۵ھ میں غزوہ بنی قریظہ کے دوران یہود نے فیصلہ حضور اکرم ﷺ سے نہیں بلکہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کرایا۔ البتہ قیام مدینہ کے دوران بھی آپ نے اقامت دین کیلئے Focus مکہ ہی کو رکھا۔ اطراف کے قبائل سے معاہدے کر کے قریش مکہ کی Political Isolation کی۔ قریش کے تجارتی قافلوں کو روک کر ان کی معاشی ناکہ بندی (Economic Blockade) کی۔ بدر' احد' خندق کے غزوات قریش کے خلاف ہوئے۔ صلح حدیبیہ بھی وقتی طور پر قریش کے ساتھ ہوئی اور جیسے ہی قریش نے اس صلح کو توڑا' آپ نے مکہ پر حملہ کر کے اسے فتح کرلیا اور اقامت دین کی منزل سر کرلی۔ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسوہ سے بھی واضح ہوتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے تورات کے نزول کے بعد اس کے احکامات کے نفاذ کے لئے ہدف اپنے آباؤ اجداد کے وطن یعنی فلسطین کی ارض مقدس کو بنایا۔ آپ علیہ السلام نے فلسطین میں داخلہ کے لئے کسی پرامن طریقہ کو اختیار کرنے کے بجائے قتال کا راستہ اختیار فرمانے کی کوشش کی تاکہ فلسطین پر بزور قوت قبضہ کرکے مکمل اختیار حاصل کیا جائے اور وہاں تورات کے احکامات نافذ کئے جائیں۔

اب تک کی بات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دعوت دین اور اقامت دین کے لئے Movement کا Focus اپنے آبائی وطن پر ہی رکھنا چاہئے۔ البتہ اس دوران اگر کسی اور علاقے سے دین کی تعلیمات سیکھنے کے لئے کوئی تقاضا آئے تو کسی بھی ساتھی کو اس علاقہ میں بھیجا جا سکتا ہے۔ قیام مکہ کے دوران نبی اکرم ؐ نے اہل مدینہ کی درخواست پر حضرت مصعب بن عمیر ؓ کو بھیجا۔ اسی طرح ڈاکٹر اسرار احمد صاحب یا ان کے ساتھی بیرون پاکستان وہاں کے احباب کی دعوت پر جاتے ہیں اور اس سفر کے اخراجات بھی وہی برداشت کرتے ہیں۔ وہاں قیام مختصر اور صرف تعلیم و تبلیغ کے لئے ہوتا ہے۔ تنظیم اسلامی کی دعوت اور جدوجہد کا اصل ہدف اولاً پاکستان ہی میں اقامت دین ہے۔

دوسرا اشکال: دعوت دین کے ضمن میں اولین اہمیت شرک کی نفی کو حاصل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ کر شرک کا پرزور ابطال کیا۔ آج بزرگان دین کے مزارات پر وہی مشرکانہ افعال ہو رہے ہیں جو پہلے بت خانوں میں ہوتے تھے۔ تنظیم اسلامی بزرگان دین کے مزارات پر ہونے والے مشرکانہ افعال کے خلاف تحریک چلا کر مزارات کو شرک سے پاک کیوں نہیں کرتی؟ کیا اسے لوگوں کا خوف ہے؟

جواب: قرآن کریم میں صرف دو انبیاء کی سیرت کو اسوۂ حسنہ کہا گیا ہے۔ ایک ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے نبی اکرم ﷺ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ دونوں موحد کامل تھے۔ ان دونوں ہستیوں نے بتوں کو توڑا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محسوس کرلیا تھا کہ شرک کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے والے ماحول میں اقامت دین کے لئے کسی اجتماعی جدوجہد کا امکان نہیں۔ لہٰذا انہوں نے اتمام حجت کے لئے بتوں کو توڑ ڈالا۔ البتہ شہر والوں نے وہ بت دوبارہ بنا لئے۔ اس کے برعکس نبی اکرم ﷺ نے اقامت دین کے لئے ایک اجتماعی جدوجہد کا امکان محسوس کیا۔ آپ نے قیام مکہ کے دوران بتوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا بلکہ ان کے وجود کو برداشت کئے رکھا۔ یہاں تک کہ آپ نے طائف سے واپسی پر ایک مشرک مطعم بن عدی کی پناہ لے کر بھی مکہ میں جدوجہد جاری رکھنا گوارا کیا۔ بتوں اور بت پرستی کو Tolerate کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ کے پیش نظر اقامت دین کا ایک بڑا اونچا مقصد تھا۔ البتہ جوں ہی آپ نے فتح مکہ کے ذریعہ اقامت دین کی منزل سر کی تو آپ نے بتوں کو توڑا اور ایسا توڑا کہ پھر دوبارہ مکہ میں بت نصب نہیں کئے جاسکے۔

آج اگر کوئی یہ محسوس کرے کہ ہمارے معاشرے میں اقامت دین کے لئے اجتماعی جدوجہد کا امکان نہیں تو اس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت شکنی کا طرز عمل اسوہ ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ محسوس کرے کہ اس معاشرے میں اقامت دین کے لئے اجتماعی جدوجہد کے امکانات ہیں تو پھر اسے نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے اقامت دین کی جدوجہد کو اولین اہمیت دیتے ہوئے اپنا مقصد زندگی بنانا ہوگا تاکہ ہر قسم کے شرک کا مکمل اور موثر ابطال ہوسکے۔ (مرتب: نوید احمد)

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا
خطاب جمعہ
تنظیم اسلامی کے ویب سائٹ پر بھی
سنا جاسکتا ہے
ویب سائٹ ایڈریس:
www.tanzeem.org
نیز ہمارا ای میل ایڈریس یہ ہے:
anjuman@brain.net.pk

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی
مولانا طیب لدھیانوی صاحب سے ملاقات

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے پیر ۱۲/ جون کو مسجد الفلاح میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرحوم کی تعزیت کے لئے ان کے صاحبزادے مولانا طیب لدھیانوی سے ملاقات کی۔ اس موقع پر انہوں نے مولانا مرحوم کی دینی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبر کی توفیق اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس موقع پر ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر عبدالخالق، امیر تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں محمد نسیم الدین، صدر انجمن خدام القرآن سندھ زین العابدین جواد و دیگر ذمہ داران تنظیم موجود تھے۔

واہ کینٹ میں دروس قرآن کی نشستیں

جناب شفاء اللہ صاحب گزشتہ دو ماہ سے واہ کینٹ کے مختلف مقامات پر درس قرآن دے رہے ہیں۔ انہوں نے گردوال میں ایک رفیق تنظیم محمد جمیل کے گھر میں تین نشستیں کیں۔ جبکہ ۲۶ ایریا گردوال میں غیر رفیق تنظیم مشتاق حسین کے گھر منتخب نصاب کا درس دے رہے ہیں۔ پہلی نشست سورۃ عصر پر تھی جس میں تقریباً ۳۰ آدمیوں نے شرکت کی۔ دوسری نشست آیۃ البر پر تھی جسے تقریباً ۶۵ افراد نے سنا۔ شفاء اللہ کا منفرد انداز ہے۔ وہ عموماً امیر محترم کا سا انداز اختیار کر لیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں پولیس کا محکمہ جتنا بدنام ہے اسے عوام اچھی طرح جانتے ہیں۔ لیکن جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ پولیس کا ایک افسر تھانیدار قرآن و حدیث کا درس دیتا ہے جبکہ سامعین پولیس کے چند ساتھی بھی ہوتے ہیں تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ گزشتہ نشست عظمت و حکمت قرآنی کی اساس سورۃ لقمان (رکوع ۲) کی چند آیات تھیں۔ جس میں خدا کے شکر کے ساتھ شرک سے اجتناب کا بھی ذکر ہے۔ یہ پروگرام عشاء کی نماز سے ۵ منٹ پہلے اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ : محمد سلیم صدیقی)

الہدیٰ ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام
واہ کینٹ میں امیر محترم کے خطابات

اسرہ تھانہ واہ کینٹ کے نقیب جناب شفاء اللہ صاحب اپنی کاوشوں اور اپنے چند مخیر مگر مخلص دوستوں کے مشورہ سے ایک ہیئت اجتماعیہ بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جس کا نام انہوں نے الہدیٰ ویلفیئر ٹرسٹ رکھا۔ ٹرسٹ کے اغراض و مقاصد میں جہاں غریب و نادار طبقہ کی مدد کرنا ہے وہاں مقصد بعثت محمدیؐ کے لئے بھی جدوجہد کرنا شامل ہے۔ اسی ٹرسٹ کے زیر اہتمام ماہ اپریل اور مئی کے وسط میں امیر محترم کے دو اہم خطابات پی او ایف ہوٹل کے وسیع ہال میں ہوئے جس میں شرکاء کی تعداد سات سو کے لگ بھگ تھی۔ خواتین کا خصوصی انکلوژر تھا۔ پہلے درس میں امیر محترم کا موضوع "پاکستان ایک فیصلہ کن دوراہے پر" تھا۔ جس میں امیر محترم نے شاطر امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے تحت پاکستان کو تباہ کرنے کا دس نکاتی فارمولہ بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ لیکن ساتھ ہی موصوف نے اس کا توڑ بھی دس نکات میں دیا جبکہ دوسرے خطاب میں امیر محترم نے سورۃ انفال کی آیات ۲۴ تا ۲۹ اور آلِ عمران کی آیات ۱۰۲ تا ۱۰۴ کو موضوعِ سخن بنایا۔ دونوں خطابات تقریباً دو دو گھنٹے سے زائد پر محیط تھے۔ ہال کے ایک سرے پر اسلام آباد کے پروفیسر رسول غازی صاحب نے امیر محترم کی تصانیف کا مکمل اسٹال لگایا۔ جبکہ اس کے متوازی اُسرہ کے رابطہ کا کاؤنٹر تھا جس پر ۷۵ افراد نے رابطہ کیا۔ (رپورٹ : محمد سلیم صدیقی)

لاہور شرقی کے زیر اہتمام قرآن آڈیٹوریم میں
امیر محترم کا خطاب بذریعہ پروجیکٹر دکھایا گیا

تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے زیر اہتمام اتوار ۱۱/ جون صبح دس بجے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں امیر محترم کا خصوصی خطاب "پاکستان۔ فیصلہ کن دوراہے پر" بذریعہ ویڈیو پروجیکٹر دکھانے کا اہتمام کیا گیا' جو موصوف نے امسال تنظیم اسلامی پاکستان کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا تھا۔ اس موقع پر پی ٹی وی لاہور سے ہر اتوار کو صبح ساڑھے ۹ بجے امیر محترم کے مختصر خطابات بعنوان "حقیقت دین" بھی حسب معمول بڑی اسکرین پر دکھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تقریباً ایک صد ساٹھ رفقاء و احباب اور تیس کے لگ بھگ خواتین نے سوا دو گھنٹے پر محیط یہ خطاب بڑی دلچسپی کے ساتھ سنا۔ خطاب کے درمیان میں شرکاء کی چائے اور دیگر لوازمات کے ساتھ تواضع کی گئی۔ پندرہ منٹ کے وقفے کے بعد خطاب کا بقیہ ایک گھنٹہ پر محیط حصہ دکھایا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس خطاب میں امیر محترم نے "پاکستان۔ ایک فیصلہ کن دوراہے پر" کے موضوع پر بہت ہی جامع اور مدلل انداز میں پاکستان کو درپیش مسائل اور ان کا حل پیش کیا ہے۔ رفقائے تنظیم کو انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی اس خطاب کو سنانے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(رپورٹ : ڈاکٹر عارف رشید)

تنظیم	اسلامی	کا	پیغام
نظام	خلافت	کا	قیام

فیروز والہ میں حلقہ خواتین
تنظیم اسلامی کی رہنما کا خطاب

جامعہ امہات المؤمنین فیروز والہ کے تاسیسی اجلاس کا آغاز مدرسہ ہذا کی معلمہ محترمہ خالدہ صاحبہ کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ بعد ازاں مدرسہ کی طالبہ نے "استاد کا احترام" کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس خطاب کے بعد ننھی منی بچیوں نے نظم "ہم حق کے راہی ہم حق کے رہبر' عزم و یقین کے ہم ہیں سمندر" پڑھی۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی صاحبزادی اور حلقہ خواتین تنظیم اسلامی کی رہنما نے قرآن مجید کے حقوق کی وضاحت کی۔

انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم اگرچہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت تسلیم کرتے ہیں مگر ہمارا عملی رویہ کچھ اس طرح کا ہے کہ ہماری عظیم اکثریت قرآن کے اس حصے کو مانتی ہے جو اس کے مفادات اور خواہشات کے مطابق ہوتا ہے اور اس حصے کو نظرانداز کر رہی ہے جو بظاہر ہمارے دنیوی مفاد اور ہمارے مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔ قرآن ہمیں زندگی گزارنے کا مکمل لائحہ عمل عطا کرتا ہے۔ اس کی تبلیغ اشاعت ہر مسلمان کا فرض ہے۔

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی رہنما نے کہا قرآن کے حقوق یہ ہیں کہ قرآن کو سچے دل کے ساتھ کتاب ہدایت تسلیم کیا جائے۔ اس کی روزانہ تلاوت کی جائے۔ اسے درست تلفظ کے ساتھ پڑھا جائے' اسے زیادہ سے زیادہ حفظ کیا جائے' اسے سمجھا جائے' اس کی تبلیغ کی جائے اور اس کے احکامات کو عملاً نافذ کیا جائے' انہوں نے کہا قرآن کے ان حقوق کی ادائیگی کے بغیر ہماری پریشانی اور مشکلات ختم نہیں ہوں گی۔

فیروز والہ کی معروف مقررہ باجی مریم نے دعا کے فضائل پر روشنی ڈالی۔ محترمہ آپا رضیہ مدنی نے سورہ رحمٰن کی ابتدائی آیات کے حوالے سے "قرآنی علم" کی اہمیت کو واضح کیا۔ جب کوئی مسلمان قرآن کا علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو کائنات کی ہر شے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور فضاؤں میں پرندے بھی اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ قرآن کا علم حاصل کرنا جنت کے راستے پر چلانے کے مترادف ہے۔ (رپورٹ : منزہ یونس)

انتقال پر ملال

ملتان شہر کے ملتزم رفیق جناب نعیم محبوب ملک صاحب کی والدہ مورخہ ۳۱ مئی کو انتقال فرما گئیں۔ قارئین و رفقاء سے مغفرت کی دعا کی اپیل ہے۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتک وحاسبھا حسابا یسیرا

Vol : 9 Regd. CPL No.127 No.24
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT

دعوتِ فکر

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

کیا انتخابی سیاست کے بغیر دینی جماعتوں کی کوئی حیثیت نہیں؟

تحریر: محمد سمیع، کراچی

جمعیت علماء اسلام (ف) کے سربراہ محترم مولانا فضل الرحمٰن نے روزنامہ نوائے وقت کے سنڈے ایڈیشن کے لئے انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب ہم کسی انجینئرڈ الیکشن میں شریک نہیں ہوں گے۔ اور صرف اسی وقت الیکشن میں حصہ لیں گے جب وہ دستور کے مطابق فیئر الیکشن ہوں گے۔ دستور کی دفعہ ۴۲ پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے گا۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں یہ بھی فرمایا کہ ہم الیکشن میں حصہ نہیں لے رہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہیں۔ یقین جانئے الیکشن سے باہر رہ کر ہم ان کے لئے اور زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ ابھی آپ نے دیکھ لیا کہ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی گئی، دینی جماعتوں نے ایک پلیٹ فارم کے تحت مزاحمت کی، پھر ہم نے ہڑتال کی اپیل کی لیکن اس سے پہلے ہی توہین رسالت کے قانون میں ترمیم واپس لے لی گئی۔ تو جناب دینی جماعتوں کی سیاسی قوت الیکشن میں حصہ نہ لینے سے تحلیل نہیں ہو جاتی۔

یہ وہی بات ہے جس کا امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد برسہا برس سے اعادہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری مذہبی سیاسی جماعتوں نے اب تک انتخابی سیاست سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ حالانکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انتخابی سیاست سے الگ ہو کر جب بھی مذہبی سیاسی جماعتیں کوئی تحریک ماضی میں چلاتی رہی ہیں یا آئندہ چلائیں گی تو اسے عوام سمیت دیگر سیاسی جماعتوں کی جانب سے بھی پذیرائی حاصل ہو گی۔ کیونکہ اس صورت میں سیاسی جماعتیں مذہبی سیاسی جماعتوں کو اپنا حریف نہیں سمجھیں گی۔ ماضی میں اس کی مثال جماعت اسلامی کی جانب سے چلائی جانے والی نفاذِ دستور اسلامی کی مہم تھی جس کے نتیجے میں قرارداد مقاصد کی منظوری عمل میں آئی۔ حالانکہ جماعت اسلامی نے بھی اپنے آپ کو ۱۹۷ء سے انتخابی سیاست سے الگ تھلگ کر رکھا ہے لیکن لوگ جانتے ہیں کہ ان کی یہ علیحدگی عارضی ہے۔ جب کبھی وہ یہ محسوس کرے گی کہ اب انتخابی سیاست کے ذریعہ اسے کچھ کامیابی کی توقع ہے تو وہ اس میدان میں واپس آ جائے گی۔ ماضی کا ریکارڈ گواہ ہے کہ امیر تنظیم اسلامی کا موقف شروع سے یہی رہا ہے کہ موجودہ انتخابی سیاست کے ذریعہ اسلامی انقلاب برپا ہونا ناممکن ہے۔ یہ بالکل فطری بات ہے۔ اور تاریخ اس کی شاہد ہے کہ کسی انقلابی جماعت نے جاری نظام کا حصہ بن کر انقلاب برپا نہیں کیا۔ انتخابات کے ذریعے نہ فرانس کا سیاسی انقلاب برپا ہوا اور نہ روس کا معاشی انقلاب اور نہ ہی ایرانی انقلاب۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے مختلف مواقع پر جماعت اسلامی کو یہ پیشکش بھی کی کہ اگر وہ انقلابی طریقہ کار کو اختیار کر لیں اور انتخابی سیاست کا راستہ ترک کر دیں تو تنظیم اسلامی اپنے تمام رفقاء سمیت جماعت اسلامی میں شامل ہو جائے گی۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر انہوں نے یہ پیشکش بھی کی کہ جماعت اسلامی پانچ دس سال ہی کے لئے اس راستہ پر آ کر دیکھ لے۔ لیکن جماعت اسلامی نے ان کی باتوں کو کبھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ اب بھی پوزیشن یہ ہے کہ اگر مذہبی سیاسی جماعتوں نے انتخابی راستے سے ہمیشہ کے لئے علیحدگی اختیار نہ کی تو ممکن ہے کہ انہیں عارضی طور پر کسی وقتی ایشو پر اگر کوئی کامیابی حاصل ہو جائے لیکن پھر بھی اسلامی انقلاب کا برپا ہونا ناممکنات میں سے رہے گا۔ کاش کہ مذہبی سیاسی جماعتوں کی سمجھ میں یہ بات آ جائے۔ اگرچہ ابھی اس کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے۔

KT KHALID TRADERS
NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS
IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

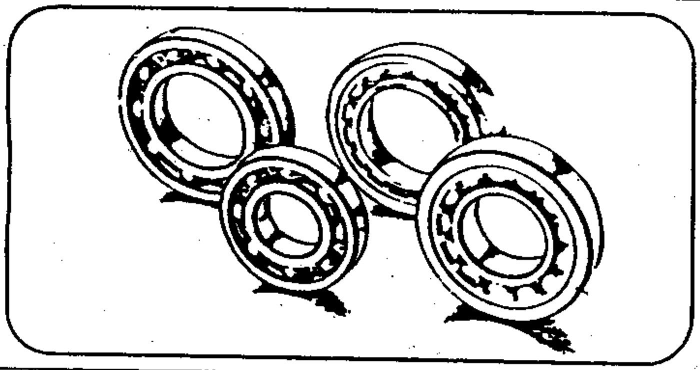

PLEASE CONTACT
Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com
FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172
LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918
GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607
WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING